پیغام سیرت

رحمۃ للعالمین ﷺ کی رحمت وشفقت غریبوں، محتاجوں، یتیموں اور مساکین کے لئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد

نبیٔ رحمت علیہ الصلاۃ والسلام کی شفقت اور رحمت معاشرے کے محتاج اور ضرورت مند طبقات غربا، مساکین، یتیموں اور اہل حاجت کے لئے نہ صرف عام تھی، بلکہ اس باب میں بھی آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ، آپ کا اسوۂ حسنہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات تکمیلی شان کی حامل نظر آتی ہیں۔

ضرورت مند اور کم زور طبقات کے حق میں کون نہیں بولتا؟ لیکن محض زبانی ہدایات اور عمدہ اور اعلیٰ خیالات سے تو کسی کی احتیاج دور نہیں کی جاسکتی، نہ کسی فاقہ کش کو لقمۂ رزق میسر آسکتا ہے۔ پھر کسی ضرورت مند کی ایک آدھ وقت کی کفالت کر دینا بھی اس کے مسائل کا حل نہیں ہے، نیز یہ ایسا شعبہ ہے جہاں صرف حکومت وریاست کی طرف سے کئے گئے اقدامات بھی کافی اور مفید ثابت نہیں ہوسکتے، کیونکہ کسی بھی حکومت کے لئے خاص کر آج کے ماحول میں یہ ممکن نہیں ہے کہ اپنی حدود میں آباد ہر ہر ضرورت مند کی ضرورت اور اس کی ضرورت کی نوعیت اور کیفیت کا ادراک کرے۔ کتنے ہی سفید پوش محض اپنی سفید پوشی کی وجہ سے اور دست طلب دراز نہ کرنے کے سبب امداد وکفالت سے محروم رہتے ہیں۔ ان تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنے کے لئے ایک جامع، ہمہ جہت اور مرتب نظامِ کفالت کی ضرورت تھی۔ جس پر عمل کر کے اس کا عملی نمونہ بھی دنیا کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ یہ امتیاز واختصاص تاریخ انسانی میں بلاشبہ محض اور فقط رسول عربی علیہ الصلاۃ والسلام ہی کو حاصل ہے، جنہوں نے انسانی ضرورت واحتیاج کے ہر پہلو کو پیش نظر رکھ کر ایک عملی نظام کفالت دنیا کو ہدیہ کیا، اور پھر نہ صرف یہ بلکہ پھر اس پر بہ نفسِ نفیس عمل پیرا ہو کر بھی دکھایا۔

اس بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کارنامہ تکمیلی شان کا حامل ہے کہ آپ ﷺ کے پیش فرمودہ نظام پر آج تک کوئی مزید اضافہ نہیں کر سکا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جہاں کہیں اس پر تھوڑا بہت بھی عمل ہو گیا وہاں سے غربت ایسے مٹ گئی، گویا کہ وہاں وہ موجود ہی نہیں تھی۔

ذیل میں آپ ﷺ کی اس سلسلے میں واضح ہدایات اور فرامین، نیز آپ کی حیات طیبہ اور اسوۂ حسنہ میں موجود اس سلسلے میں عملی مظاہر کی چند جھلکیاں پیش کی جائیں گی۔

مسئلے کی سنگینی

اس سے پہلے کہ ہم اصل موضوع کے حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات اور آپ کے اسوہ حسنہ کا مطالعہ کریں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ غربت وافلاس جیسے حساس موضوع کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمومی ہدایات کا مطالعہ کیا جائے۔

غربت وافلاس کا معاملہ کس قدر سنگین ہے، سب سے پہلے تو اس کا ادراک ہی نہایت ضروری امر ہے، ہمیں یہ تاریخی حقیقت تسلیم کر لینی چاہئے کہ اس مسئلے پر نبیٔ رحمت علیہ الصلاۃ والسلام سے پہلے کسی نے اس طرح غور ہی نہیں کیا، جیسا کہ اس کا حق تھا۔ اس فہرست میں آپ سے قبل آنے والے تمام مذہبی راہنما، حکمران، مفکرین، اور فلاسفہ سب ہی شامل ہیں، آپ ان کے افکار و دانش کے مجموعے شروع سے آخر تک پڑھ جائیے، انسانی زندگی کے اس خطرناک اور اندوہ ناک مسئلے پر ایک یا دو سطر سے زیادہ کچھ نہیں ملے گا۔ اگر کچھ ملے گا تو چند نا تمام ہدایات، نا قابل عمل احکامات یا ابتدائی نوعیت کے خیالات۔ سب سے پہلے تاریخ انسانی کی جس عظیم شخصیت نے اس پر غور فرمایا وہ نبی رحمت علیہ الصلاۃ والسلام ہیں۔ آپ نے اس مسئلے کی سنگینی کو ایسے جامع انداز میں بیان فرمایا اور اپنے پیروکاروں کو ایسے بلیغ اسلوب میں اس کی طرف توجہ دلائی کہ یہ بات قلوب واذہان میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے راسخ ہو گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

کاد الفقر ان یکون کفراً (۱)

ممکن ہے کہ غربت انسان کو کفر تک لے جائے۔

اسی لئے قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمادی کہ مال داروں کے مال میں غربا اور حاجت مند طبقے میں سے صرف اسی کا حق نہیں ہے جو ہاتھ پھیلاتا ہے اور اپنی ضرورت ظاہر کرتا ہے، بلکہ

۱۔ القضاعی، محمد بن سلامہ بن جعفر، ابو عبداللہ (م ۴۵۴)/ مسند الشہاب/ بیروت، موسسۃ الرسالہ، ۱۹۸۶ء: ج ۱، ص ۳۴۲، رقم ۵۸۵۔ بیہقی/ شعب الایمان/ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۰ھ: ج ۵، ص ۲۶۷، رقم ۶۶۱۲

ہر ضرورت مند کا حق ہے۔ فرمایا:

وَفِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ O (۲)

اور ان کے مال میں مانگنے والوں اور نہ مانگنے والوں کا حق ہے۔

اصل میں اسلام یہ کہتا ہے کہ انسان کو جو بھی رزق ملتا ہے وہ اس کا اپنا نہیں ہے، وہ اس کے خالق و مالک اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے، اور اللہ کے لئے اس کی پوری مخلوق یک ساں ہے، ان میں مال دار اور غریب ہونے کے سبب کوئی فرق نہیں ہے، اس لئے مال داروں پر فرض ہے کہ وہ کم زور اور محتاج طبقے کی کفالت کریں۔ اسی لئے جو لوگ اس فریضے کی ادائیگی کا خیال رکھتے ہیں، ان کو پسندیدگی کی سند دیتے ہوئے اور آخرت میں ان کے اعزاز و اکرام کا ذکر کرتے ہوئے قرآن حکیم میں فرمایا:

وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ O لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ (۳)

اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے وہ اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں، وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں کبھی خسارہ نہ ہوگا۔ تاکہ وہ ان کو پوری اجرت دے اور اپنے فضل سے اور زیادہ دے۔

یہاں یہ امر توجہ طلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وممارزقناھم فرمایا، یعنی وہ ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں۔ انسان کو جب مالی وسعت حاصل ہو جاتی ہے تو وہ یہ تصور کرنے لگتا ہے کہ یہ مال اس کی ذاتی محنت کا نتیجہ ہے، یہ سوچ اس کے اندر بخل کو جنم دیتی ہے، اور بخل شیطان کی راہ ہے، رحمان کا راستہ تو نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر خرچ کرنا ہے۔ اس فرق کو واضح کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ دوسرے مقام پر فرماتا ہے:

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا (۴)

شیطان تمہیں تنگ دستی سے ڈراتا ہے اور تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تم سے اپنی بخشش اور فراخی کا وعدہ کرتا ہے

عبادات میں اسلامی ترتیب میں زکوٰۃ کو اس قدر اہمیت حاصل ہے کہ اس کا ذکر صلوٰۃ کے ساتھ آیا ہے، اور بہت سے مقامات پر صلاۃ و زکوٰۃ قرآن حکیم میں ایک ساتھ ذکر ہوئے ہیں۔ زکوٰۃ اسلام کے نظام مالیات کا

۲۔ الذریات: ۱۹ ۳۔ الفاطر: ۲۹، ۳۰ ۴۔ البقرہ: ۲۶۸

سب سے اہم جز اور مستحقین کی کفالت کا سب سے مستحکم نظام ہے، اس بات سے اسلام کے مزاج کی وضاحت ہوتی ہے کہ اس کی نظر میں غریب اور مستحق حضرات کی کفالت کی کس قدر اہمیت ہے اور اس خالص انسانی مسئلے کو اسلام کس نظر سے دیکھتا ہے۔ اور کس خوبی کے ساتھ اسے اپنے نظام عبادات کے ساتھ جوڑ دیتا ہے۔

قرآن حکیم نے زکوٰۃ کی اسی اہمیت کو واضح کرنے کے لئے اسے محض غریبوں کی کفالت سے زیادہ خود زکوٰۃ ادا کرنے والے کا ذاتی مسئلے قرار دے کر اسے انسانی زندگی کا ناگزیر ترین امر بنادیا ہے، وہ کہتا ہے۔

خُذْمِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُ هُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا (۵)

آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے۔ جس کے ذریعے آپ ان کو (گناہوں سے) پاک وصاف کردیں گے۔

گویا کہ انسان کے اپنے تزکئے اور باطنی صفائی اور تطہیر کے لئے بھی زکوٰۃ کا ادا کرنا نہایت ضروری ہے۔ اس ہدایت کی انسانی معاشرت میں نہایت اہمیت ہے، جب دینے والے شخص میں یہ سوچ راسخ ہوجاتی ہے کہ کسی مستحق کی مدد کرنا اس کا فریضہ بھی ہے اور اس کی ذاتی اصلاح اور فائدے کے لئے ضروری بھی تو اس کے اندر کم زور طبقات کے لئے تحقیر کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا، بلکہ الٹا وہ ان کا احسان مند ہوتا ہے کہ انہوں نے اس کی امداد قبول کرکے اس کی فلاح کا سامان کیا۔ انسانی معاشرے میں مساوات اور بھائی چارہ پیدا کرنے کے لئے یہ سوچ پیدا کرنا نہایت ضروری ہے، اس پہلو پر بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کسی نے توجہ نہیں دی۔

کسی بھی ضرورت مند کی پہلی ضرورت خوراک ہے، جس کے بغیر زندگی کی ہر سہولت اور آسائش لامعنی ہوجاتی ہے۔ اسلام نے اس کی ضرورت کو بھی محسوس کیا اور اس کے لئے واضح ہدایات فرمائی ہیں۔ ایک مقام پر ان لوگوں کا تذکرہ کرتے ہوئے جو اسلام کی نظر میں فلاح یافتہ اور نیکوکار وتقویٰ شعار ہیں، قرآن حکیم میں ان کی یہ صفات بھی بیان کی گئی ہیں:

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا O اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَانُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًاO (٦)

وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور امیر کو کھلاتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم تو تمہیں اللہ کی رضا کے لئے کھلاتے ہیں، نہ تم سے بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکر گزاری۔

پھر دوسرے مقام پر اہل دوزخ کی زبانی ان کے گناہ اور جرائم شمار کراتے ہوئے بھی محتاجوں کی

۵۔ التوبہ: ۱۰۳ ٦۔ الدہر: ۹،۸

اس ضرورت کا خیال نہ رکھنے کو دوزخ کے حق دار ہونے کا اہم سبب قرار دیا گیا۔ ایسے لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے جو اپنے اعمال کے سبب دوزخ کے مستحق ہوئے فرمایا:

وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ O (۷)

اور نہ مسکین کو کھانا کھلاتے تھے۔

اور ایک جگہ اس شخص کا ذکر فرمایا گیا جو دین کو جھٹلانے کا مرتکب ٹھہرتا ہے، اس کے گناہوں میں بھی مسکین کو کھانا نہ کھلانا شامل ہے۔ فرمایا:

اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ O فَذٰلِكَ الَّذِىْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ O وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ O (۸)

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ نے اسے بھی دیکھا جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے۔ یہ وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔

غریبوں اور مسکینوں کی مدارات اور ان کی ضرورتوں کے خیال رکھنے کا یہ اہتمام اور یہ ہدایات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور اسوۂ حسنہ میں بھی کثرت سے ملتی ہیں، ایک روایت میں نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ عزوجل یقول یوم القیامة یا ابن آدم مرضت فلم تعدنی، قال یا رب کیف اعودك؟ وانت رب العالمین، قال اما علمت ان عبدی فلانا مرض فلم تعده، اما علمت انك لو عدته لوجدتنی عنده، یا ابن آدم، استطعمتك فلم تطعمنی قال یا رب! وکیف اطعمك؟ وانت رب العالمین، قال اما علمت ان استطعمك عبدی فلان فلم تطعمه، اما علمت انك لو اطعمته لوجدت ذلك عندی، یا ابن آدم استسقیتك فلم تسقنی، قال یا رب! کیف اسقیك، وانت رب العالمین، قال استسقاك عبدی فلان فلم تسقه، اما انك لو اسقیته وجدت ذلك عندی (۹)

اللہ تعالیٰ روز قیامت فرمائے گا کہ اے ابن آدم! میں بیمار تھا تو نے میری عیادت نہ کی، وہ

۷۔ مدثر: ۴۴		۸۔ الماعون: ۱تا۳

۹۔ مسلم بن حجاج ابوالحسین القشیری، (۲۶۱ھ) / الصحیح / بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۸ء: ج۴، ص، رقم ۲۵۶۹۔ ابن حبان / الصحیح / بیروت، موسسۃ الرسالۃ، ۱۹۹۳ء: ج۳ ص ۲۲۴، رقم ۹۴۴۔

کہے گا اے رب میں تیری عیادت کیسے کرتا؟ تو تو رب العالمین ہے، فرمائے گا کہ تجھے معلوم تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے، مگر تو نے اس کی عیادت نہیں کی اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا لیکن تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ اس پر بندہ بارگاہ الٰہی میں عرض کرے گا کہ اے خالق و مالک حقیقی! تو تو ساری کائنات کا رب ہے، میں تجھے کھانا کیسے کھلا سکتا تھا۔ رب العالمین کا ارشاد ہوگا دنیا میں میرے فلاں غریب محتاج بندے نے تجھ سے مانگا تھا لیکن تو نے اسے کھانا نہ دیا، اگر تو اسے کھانا کھلا دیتا تو تو اس کھانے کو میرے پاس موجود پاتا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے ابن آدم میں نے تجھ سے پانی طلب کیا تھا تو نے مجھے پانی نہ پلایا، وہ کہے گا کہ اے پروردگار میں تجھے کیسے پانی پلاتا تو تو خود رب العالمین ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا، تو نے اسے پانی نہ پلایا۔ اگر تو اسے پانی پلا دیتا تو تو اس پانی کو میرے پاس موجود پاتا۔

اصل میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی مخلوق کی کیا حیثیت ہے؟ اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کنبے کی مثال دے کر سمجھایا ہے۔ آپ نے فرمایا:

الخلق عیال اللہ فاحبھم الی اللہ انفعھم لعیالہ (۱۰)

ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، اللہ کے نزدیک مخلوق میں پسندیدہ ترین آدمی وہ ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ بھلائی کرتا ہے۔

خوشی اور مسرت کے مواقع پر خاص کر معاشرے کے ضرورت مند طبقوں کو نظر انداز کیا جاتا ہے، اور ذی حیثیت طبقوں کو اہتمام سے بلایا جاتا ہے، اس سے دہرا نقصان ہوتا ہے، ایک طرف تو کم زور طبقات میں احساس محرومی بڑھتا ہے، اور طبقاتی کشمکش میں اضافہ ہوتا ہے دوسرے ایسے طبقات کی حیثیت کم زور سے کم زور تر ہوتی چلی جاتی ہے، اور یہ امر مثالی معاشرے کے لئے خطرناک ثابت ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیمات کے ذریعے اس کی بھی بیخ کنی فرما دی۔ شادی پر مسرت تقریبات میں نمایاں ترین اہمیت رکھتی ہے، تقریب ولیمہ کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱۰۔ ابو یعلی، احمد بن علی بن المثنیٰ الموصلی التمیمی (م ۳۰۷ھ) / المسند / دمشق دار المامون للتراث، ۱۹۸۶ء: ج ۶، ص ۶۵، رقم ۳۳۱۵۔ طبرانی، / المعجم الکبیر / موصل، مکتبۃ العلوم و الحکم، ۱۹۸۳ء: ج ۱۰، ص ۸۶، رقم ۱۰۰۳۳۔ شعب الایمان: ج ۶، ص ۴۳، رقم ۷۴۴۵

شر الطعام طعام الوليمة يدعى لها الاغنياء ويترك الفقراء (١١)

بدترین کھانا اس ولیمے کا کھانا ہے جس میں ذی حیثیت افراد کو تو دعوت دی جائے مگر فقرا کو چھوڑ دیا جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم طبعاً فقرا و مساکین کی طرف سے فکر مند رہتے تھے، اور آپ کی عملی کوشش ہوتی تھی کہ ان کی ضرورتوں کو جلد سے جلد پورا کیا جائے اور اس سلسلے میں آپ کے سامنے پوری انسانیت کی بھلائی تھی۔ اس میں مسلم و غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں تھی۔ ایک مرتبہ ایک قوم نہایت پراگندہ حالت میں آپ کے پاس آئی، اس قصے کو بیان کرتے ہوئے حضرت جریرؓ بیان کرتے ہیں کہ

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے، ابھی دن کا شروع تھا اتنے میں کچھ لوگ ننگے بدن ننگے پاؤں تلواریں لٹکائے ہوئے آئے۔ ان میں سے اکثر مضر قبیلے کے تھے بلکہ سب مضر تھے۔ ان کی محتاجی دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ بدل گیا۔ پہلے آپ اندر گئے، پھر نکلے اور بلال کو حکم دیا کہ اذان دو، انہوں نے اذان دی نماز تیار ہوئی، آپ نے نماز پڑھی پھر خطبہ پڑھا اور فرمایا:

يا يها الناس اتقوا ربكم الذى خلقكم من نفس واحدة الى اخر الاية ان الله كان عليكم رقيبا والاية التى فى الحجرات والتقوا الله ولتنظر نفس ما قدمت لغد، تصدق رجل من ديناره، من درهمه، من ثوبه من صاع بره من صاع تمره، حتى قال ولو بشق تمرة

اے ایمان والو! ڈرو اپنے مالک سے جس نے تم کو پیدا کیا ایک جان سے پھر اس کی بیوی پیدا کی اسی میں سے پھر پھیلایا ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتوں کو۔ ڈرو اس اللہ سے اور دیکھے ہر آدمی جو اس نے بھیجا ہے کل کے روز کے لئے یعنی قیامت کے لئے کیا سامان کیا ہے۔ صدقہ آدمی کا اشرفی سے ہے روپے سے ہے، کپڑے سے ہے ایک صاع گیہوں سے ہے ایک صاع جو سے ہے یہاں تک کہ کھجور کے ٹکڑے سے۔

پھر ایک شخص انصار صحابی ایک تھیلی روپوں کی لایا جو اس کی ہتھیلی میں نہیں سماتی تھی۔ پھر اور لوگوں کا تانتا بندھ گیا۔ یہاں تک کہ دو ڈھیر اونچے اونچے کھانے اور کپڑے کے ہو گئے۔ راوی کہتے ہیں کہ اس موقع پر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا۔ آپ کا چہرہ خوشی کی وجہ سے سونے کی طرح چمک رہا

۱۱۔ بخاری/ الصحیح / مصر، مصطفیٰ البابی الحلبی ،۱۹۵۳ء: ج ۵،ص ۱۹۸۵، رقم ۴۸۸۲۔ ابن حبان: ج ۱۲،ص ۱۱۸، رقم ۵۳۰۵۔ دارمی، عبداللہ بن عبدالرحمٰن/ السنن/ کراچی، قدیمی کتب خانہ: ج ۲،ص ۱۴۳، رقم ۲۰۶۶۔

تھا۔(۱۲)

اسی طرح موسیٰ بن انس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کا کوئی سوال رد نہیں فرمایا۔ ایک مرتبہ ایک شخص کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو پہاڑوں کے درمیان پھیلا ہوا ریوڑ عنایت فرما دیا، وہ شخص اپنی قوم میں جا کر کہنے لگا کہ اسلام لے آؤ کیونکہ محمد (ﷺ) اتنا دیتے ہیں کہ اپنے فقیر ہونے کی بھی پروا نہیں کرتے۔(۱۳)

اس واقعے میں ایک قابلِ غور بات یہ بھی ہے کہ وہ شخص غیر مسلم تھا، جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی ابتدائی تعارف کے اتنی بڑی امداد دی کہ وہ اپنی قوم کو یہ دعوت دینے پر مجبور ہو گیا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے دامن رحمت میں پناہ لے لیں کہ اس کے بغیر ان کے لئے فلاح کی کوئی اور راہ موجود نہیں ہے۔

آپ ﷺ نے غریبوں اور مستحق طبقات کی کفالت، دیکھ بھال اور ان کی مشکلات حل کرنے کے لئے جہاں ایک طرف تو عملی ہدایات فرمائیں اور مال داروں کو ان مدات میں خرچ کرنے کی ترغیب فرمائی، وہیں انہیں مال کو جمع کرنے اور بھلائی کے کاموں میں خرچ نہ کرنے پر وعیدیں بھی بیان فرمائی اور یہ واضح فرما دیا کہ یہ مال اگرچہ مال داروں کے قبضے میں ہے مگر اس کا اصل مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے، اور اس کی ہدایت کے مطابق خرچ کرنے میں ہی بھلائی ہے، اور اس کے برخلاف صرف کرنے میں خیر و فلاح کا کوئی پہلو موجود نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مال داروں پر عائد زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر بھی سخت وعید بیان فرمائی ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

ما من صاحب ذهب ولا فضة لا يودي منها حقها، الا اذا كان يوم القيامة صفحت له صفائح من نار، فاحمي عليها في نار جهنم، فيكوى بها جنبه وجبينه وظهره، كلما بردت اعيدت لهٗ في يوم كان مقداره خمسين الف سنة، حتي يقضي بين العباد، فيرى سبيله اما الى الجنة واما الى النار (۱۴)

کوئی سونا، چاندی جمع کرنے والا ایسا نہیں جو اس کا حق (زکوٰۃ) ادا نہ کرتا ہو مگر یہ کہ روزِ قیامت اس کے سونے چاندی کے تختے بنائے جائیں گے اور انہیں دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا پھر ان سے اس کے پہلو، پیشانی اور پیٹھ داغی جائے گی اور جب وہ

۱۲۔ مسلم: ج ۲، ص ۹۵، رقم ۱۰۱۷۔ نسائی، احمد بن شعیب ابو عبد الرحمٰن (م ۳۰۳ھ) / السنن المجتبیٰ / حلب، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، ۱۹۸۶ء: رقم ۲۵۵۸

۱۳۔ مسلم: ج ۴، ص ۳۶، رقم ۲۳۱۲ ۱۴۔ مسلم: ج ۲، ص ۷۹، رقم ۹۸۷

ٹھنڈے ہو جائیں گے تو دوبارہ گرم کئے جائیں گے اس روز جس کی مقدار (دنیا کے دن کے حساب سے) پچاس ہزار برس ہے۔ یہ عذاب اس وقت تک ہوتا رہے گا جب تک کہ بندوں کا فیصلہ نہیں ہو جاتا اور جنت یا دوزخ کی طرف اس کے لئے کوئی راہ نہیں نکل آتی۔

زکوٰۃ کے ساتھ ساتھ مالدار لوگوں پر ان کے مال میں دوسرے حقوق بھی ہیں اور ان کے لئے حاجت مندوں کا خیال رکھنا ضروری ہے، صرف زکوٰۃ ادا کرنے پر وہ اپنے فرائض سے بری الذمہ نہیں قرار دیئے جاسکتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح ارشاد ہے:

ان فی المال لحقا سوی الزکاۃ (۱۵)

مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی (اللہ کا) حق ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فقرا اور مساکین کے فضائل بیان کئے ہیں اور انہیں معاشرتی زندگی میں قدر و منزلت عطا کی ہے۔ چند روایات ملاحظہ کیجئے:

عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال رب اشعث مدفوع بالابواب لو اقسم علی الله لابرهٔ (۱۶)

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہت سے پراگندہ بال دروازوں سے دھکیلے گئے لوگ ایسے ہیں اگر وہ اللہ پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کو ان کی قسم میں سچا کرے۔

وعن مصعب بن سعد قال رأی رضی الله عنه سعد ان له فضلاً علی من دونه فقال النبی صلی الله علیه وسلم هل تنصرون وترزقون الا بضعفائکم (۱۷)

مصعب بن سعد سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ سعد نے گمان کیا کہ اس کو اس سے کم تر شخص پر فضیلت حاصل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم مدد نہیں کئے جاتے اور رزق نہیں دیئے جاتے مگر اپنے ضعیفوں کی برکت سے۔

عن اسامة بن زید قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم قمت علی باب الجنة فاذا عامة من دخلها المساکین و اذا اصحاب الجد محبوسون الا اصحاب النار فقد امربهم الی النار (۱۸)

۱۵۔ مسلم: ج ۲، ص ۹۷، رقم ۹۸۷ ۱۶۔ مسلم: ج ۴، ص ۱۹۶، رقم ۲۶۲۲

۱۷۔ بخاری: ج ۳، ص ۱۰۶۱، رقم ۲۷۳۹

۱۸۔ مسلم: ج ۴، ص ۲۵۱، رقم ۲۷۳۶۔ بخاری: ج ۵، ص ۲۳۹۷، رقم ۱۸۱ ۶۔ ابن حبان: ج ۲، ص ۴۵۰۔ رقم ۶۷۵

اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا اکثر لوگ جو جنت میں داخل ہوئے وہ غریب تھے، اور دولت مند قیامت کے دن روک لئے جائیں گے۔ سوائے اہل دوزخ کے، انہیں دوزخ میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا۔

عن ابن عباسؓ یقول قال محمد صلی اللہ علیہ وسلم اطلعت فی الجنۃ فرأیت اکثر اھلھا الفقراء و اطلعت فی النار فرأیت اکثر اھلھا النساء (۱۹)

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے جنت میں جھانکا تو میں نے اس میں اکثر فقرا کو دیکھا، اور میں نے دوزخ میں جھانکا تو اس کے اندر اکثر رہنے والی عورتیں ہیں۔

عن عبد اللہ بن عمروؓ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان فقراء، المھاجرین یسبقون الاغنیاء یوم القیمۃ الی الجنۃ باربعین خریفا(۲۰)

عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فقرا مہاجرین قیامت کے دن مال داروں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔

عن سھل بن سعدؓ انہ قال مررجل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لرجل عندہٗ جالس مارأیك فی ھذا فقال رجل من اشراف الناس ھذا واللہ حری ان خطب ان ینکح وان شفع ان یشفع قال فسکت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ثم مر رجل فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما رأیك فی ھذا، فقال یا رسول اللہ ھذا رجل من فقراء المسلمین ھذا حری ان خطب ان لا ینکح وان شفع ان لا یشفع وان قال ان لا یسمع لقولہ، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذا خیر من ملء الارض مثل ھذا(۲۱)

۱۹۔ مسلم: ج ۴، ص ۲۵۱، رقم ۲۷۳۶۔ بخاری: ج ۳، ص ۱۱۸۴، رقم ۳۰۶۹۔ الترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ/ الجامع السنن/ دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۴ء: ج ۴، ص ۷۱۵، رقم ۲۶۰۲

۲۰۔ احمد: ج ۲، ص ۱۶۹۔ رقم ۶۵۷۸۔ عبد ابن حمید بن نصر ابو محمد الکسی (م ۲۴۹ھ)/ المسند/ قاہرہ، مکتبۃ السنہ، ۱۹۸۸ء: ص ۳۳۶، رقم ۱۱۱۷

۲۱۔ بخاری: ج ۵، ص ۲۳۶۹، رقم ۶۰۸۲۔ المعجم الکبیر: ج ۶، ص ۱۶۹، رقم ۵۸۸۳

سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہا ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا آپ نے اپنے پاس بیٹھنے والے ایک شخص کو کہا کہ اس شخص کے متعلق تیرا کیا خیال ہے، اس نے کہا یہ اشراف لوگوں میں سے ہے، اللہ کی قسم یہ اس لائق ہے کہ اگر نکاح کا پیغام بھیجے تو نکاح کیا جائے اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے، پھر ایک شخص گزرا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے متعلق تیرا کیا خیال ہے، اس نے کہا اے اللہ کے رسول یہ شخص فقرائے مسلمین سے ہے، یہ اس لائق ہے کہ اگر پیغام نکاح بھیجے تو نکاح نہ کیا جائے اور اگر کسی کی سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ کی جائے، اگر یہ کچھ کہے تو اس کی بات نہ سنی جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شخص بہتر ہے، جب کہ اس جیسے لوگوں سے زمین بھری ہوئی ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا کمال یہ ہے کہ آپ نے صرف یہ ہدایات ہی اپنی امت کو تعلیم نہیں فرمائیں، بلکہ ان پر عمل پیرا ہو کر عملی طور پر اپنا اسوۂ حسنہ بھی امت کے سامنے پیش فرما دیا، چنانچہ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ سخی تھے۔ سخاوت میں کوئی آپ ﷺ کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ خود فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے مگر عطاؤں میں بادشاہوں کو شرمندہ کرتے تھے۔

حضرت سہیل بن سعد الساعدی سے روایت ہے کہ ایک دفعہ سخت ضرورت کی حالت میں ایک عورت نے آپ کو چادر پیش کی اور آپ نے پہن لی۔ اسی وقت ایک شخص نے مانگ لی اور آپ نے فوراً مرحمت فرما دی۔ حالانکہ آپ خود سخت ضرورت مند تھے۔ (۲۲)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ ﷺ اجود الناس بالخیر، وکان اجود مایکون فی شھر رمضان، (۲۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھلائی کے کاموں میں لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے اور رمضان المبارک میں خاص طور پر سخاوت و فیاضی فرماتے۔

اور حضرت جابرؓ گواہی دیتے ہیں:

ماسئل رسول اللہ ﷺ شیئا قط فقال لا (۲۴)

۲۲۔ احمد بن محمد بن حنبل ابوعبداللہ بن الشیبانی، (۲۴۱ھ) / المسند / داراحیاء، التراث العربی، ۱۹۹۳ء: ج۶، ص ۴۵۶، رقم ۲۲۳۱۸　　۲۳۔ مسلم: ۴، ص ۳۴، رقم ۲۳۰۸　　۲۴۔ مسلم: رقم ۲۳۱۱

ایسا کبھی نہیں ہوا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے کچھ مانگا ہو اور آپ ﷺ نے فرمایا ہو کہ میں نہیں دیتا۔

غریب اور مستحق طبقات کو نبی کریم ﷺ کے توسط سے جو مقام اور قدر و منزلت حاصل ہوئی، اسے ایک اور زاویئے سے بھی دیکھنے کی ضرورت ہے، قرآن حکیم میں انسان کی تخلیق کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِO (۲۵)

ہم نے جنوں اور انسانوں کو عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے

عبادت کے سلسلے میں کافی ابہام پایا جاتا ہے اور عبادات سے عام طور پر چند مخصوص اعمال مراد لئے جاتے ہیں، جن کو انسان اللہ تعالیٰ کی عظمت کے احساس کے ساتھ کمالِ بندگی کے اظہار کے لئے اس کی بارگاہ میں بجالاتا ہے۔ لیکن یہ عبادات کا صرف ایک پہلو ہے، اس کی جامع تصویر نہیں۔ عبادات کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے آں حضرت ﷺ کے ذریعے اہل ایمان کے سامنے جو حقیقت بیان فرمائی اس کا احوال صرف یہی نہیں ہے کہ گزشتہ مذاہب کے طریقۂ عبادت میں ترمیم کردی گئی یا اس میں کمی یا اضافے سے کام لیا گیا، اور کچھ نئے طریقے مقرر ہوئے، بلکہ اسلام کا اصل جوہر یہ ہے کہ انسان کو اس کے ذریعے یہ علم ہوا کہ عبادت کی حقیقت اور غرض و غایت کیا ہے؟ اور اس کا مفہوم کس قدر وسعت کا حامل ہے؟

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد مبارکہ ''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے'' سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی پیدائش ایسی فطرت پر کی گئی ہے کہ عبادتِ الٰہی کا صدور ان سے ہر وقت ہوتے رہنا چاہئے۔ عبادت کے معنیٰ یہ ہیں کہ انسان اپنی پوری عملی و ذہنی طاقت اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں صرف کردے، اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس سے خوف کے پیش نظر اس کی نافرمانی سے دور رہے، اور کسی معمولی سی بات میں بھی اس کے حکم کے خلاف نہ کرے۔ عبادت کے اس مفہوم کے مطابق ایک مسلمان کی زندگی سراپا عبادت ہوسکتی ہے، اگر وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پورا کرتے ہوئے زندگی گزارے۔

عبادت کے اس مفہوم میں ایک انسان کے وہ تمام اعمال شامل ہیں جو وہ اپنے پروردگار کے احکامات بجالاتے ہوئے سرانجام دیتا ہے، اور جن کی بجا آوری اس کے لئے رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ بنتی ہے، اور یہ بات بیان ہوچکی ہے کہ مخلوق پر رحمت و شفقت اور ان کی ضرورتوں کی تکمیل کا سامان کرنا اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول اور اس کی خوشنودی سے سرفراز ہونے کے لئے ضروری ہے، اس پوری بحث کا خلاصہ امام رازی نے ان الفاظ میں بیان فرمادیا ہے، وہ کہتے ہیں:

۲۵۔ الذریات:۵۶

ما العبادۃ خلق الجن والانس لھا؟ قلنا التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علی خلق اللہ (۲۶)

وہ عبادت کیا ہے؟ جس کے لئے جنوں اور انسانوں کو پیدا کیا گیا، ہمارے نزدیک وہ عبادت امر خداوندی کی تعظیم اور خلق خدا پر شفقت سے عبارت ہے۔

اسلام بار بار مختلف پہلوؤں سے غربا اور مستحقین کی امداد اور ان سے شفقت و رحمت کا معاملہ کرنے پر اس لئے ابھارتا ہے کہ کہیں یہ طبقات کسی بھی حوالے سے انسانی معاشرے میں پیچھے نہ دھکیل دیئے جائیں۔ اسی لئے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کم زور طبقات کو مساوی درجہ دینے کے لئے عملی اقدامات فرمائے۔ چنانچہ ایک جانب تو محتاجوں کی مدد کو قرب الٰہی کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے فرمایا:

یا عائشۃ لا تردی المسکین ولو شق تمرۃ یا عائشۃ احبی المساکین و قربھم فان اللہ یقربك یوم القیامۃ (۲۷)

اے عائشہ کسی بھی محتاج اور ضرورت مند کو خالی ہاتھ نہ لوٹانا، اسے کچھ نہ کچھ ضرور دو خواہ کھجور کی گٹھلی ہی کیوں نہ ہو۔ اے عائشہ غریبوں سے محبت رکھو، اور ان کی قربت حاصل کیا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ روزِ قیامت (اس کی وجہ سے) تمہیں اپنا قرب عطا کرے گا۔

اور پھر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا فرمائی:

اللھم احینی مسکینا و امتنی مسکینا و احشرنی فی زمرۃ المساکین یوم القیامۃ (۲۸)

اے اللہ مجھے مسکین زندہ رکھ، حالت مسکینی میں مجھے وفات دے اور روزِ قیامت مساکین کے ساتھ ہی میرا حشر فرمانا۔

اور پھر غربا و مساکین کو یہ خوش خبری سنائی، فرمایا:

بدء الاسلام غریبا و سیعود غریبا فطوبی للغرباء (۲۹)

اسلام غریبوں سے شروع ہوا اور (قرب قیامت میں) لوٹ کر غریبوں میں آجائے گا پس خوش خبری ہو غربا کے لئے۔

۲۶۔ فخر الدین رازی/تفسیر کبیر/دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج ۲۸، ص ۱۹۸

۲۷۔ ترمذی: ج ۴، ص ۵۷۷، رقم ۲۸۔ ترمذی: ج ۴، ص ۵۷۷، رقم ۲۳۵۲

۲۹۔ ترمذی: ج ۳، ص ۱۸، ص ۱۶۲۹

ہم ان احکامات کی روشنی میں جب رسالت مآب علیہ الصلاۃ والسلام کی حیات طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو سیرت نگاروں کی یہ گواہی ہمیں ملتی ہے

یعود المساکین و یجالس الفقراء و یجیب دعوۃ العبد (۳۰)

سرکار دو عالم مساکین کی عیادت فرماتے، فقرا کے پاس مجلس کرتے اور کوئی غلام بھی دعوت دیتا تو اسے قبول فرمالیتے تھے

یتیموں سے حسن سلوک

اگر چہ یتیم بھی معاشرے کے مستحق اور غریب طبقے کا ایک حصہ ہوتے ہیں، لیکن ان کے مسائل کی نوعیت بعض وجوہ سے عام مستحق اور کم زور طبقات سے مختلف بھی ہوتی ہے، اور ان کے مقابلے میں یہ زیادہ توجہ کے مستحق بھی ہوتے ہیں، کیونکہ عام کم زور طبقات کے برعکس ان کی صرف مالی امداد کافی نہیں ہوتی، بلکہ انہیں بہترین پرورش، بھرپور نگہداشت اور تعلیم و تربیت کی ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ یہ فریضہ انجام دینے کے لئے ان کے والدین میں سے ایک یا دونوں موجود نہیں ہوتے۔ دوسرے نفسیاتی طور پر بھی ان میں ایک خاص نوعیت کا احساس کم تری پایا جاتا ہے، جسے اگر دور نہ کیا جائے تو وہ آگے چل کر شدید نوعیت بھی اختیار کرسکتا ہے، اس کا حل سوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ انہیں بھرپور توجہ دی جائے، اور انہیں کسی طرح بھی والدین کی کمی کا احساس نہ ہونے دیا جائے، یہ ایسی ضرورت ہے جس کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل احساس نہیں ملتا۔ چند جملوں پر مشتمل تعلیمات کسی بھی طرح سے اس طبقے کی ضرورتوں کے ادراک کا صحیح اور مکمل تصور پیش نہیں کرتیں۔ اسی بنا پر اسلام نے دوسرے کم زور اور مستحق طبقات سے ہٹ کر یتیموں کے لئے احکامات دیئے ہیں، اور ان کا خیال رکھنے کی خاص تاکید کی ہے۔

قرآن حکیم میں یتیم کے مال کے غلط اور ناجائز استعمال کی ممانعت کرتے ہوئے سخت ترین تاکید فرمائی:

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۪ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ۝ (۳۱)

اور یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ۔ سوائے ایک احسن طریقے کے یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور عہد کو پورا کرو۔ بے شک (اللہ کے ہاں) عہد کی باز پرس ہوگی۔

دوسرے مقام پر یتیم کا مال ناحق کھانے والوں کے لئے یہ وعید بیان فرمائی:

۳۰۔ قاضی عیاض بن موسیٰ، ابوالفضل/ الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ/ قاہرہ، مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۹۵۰ء: ص ۱۷۴

۳۱۔ الاسراء: ۳۴

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَاۡكُلُوۡنَ اَمۡوَالَ الۡیَتٰمٰی ظُلۡمًا اِنَّمَا یَاۡكُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِهِمۡ نَارًا ؕ وَسَیَصۡلَوۡنَ سَعِیۡرًا○ (۳۲)

بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ظلم سے (ناحق) کھاتے ہیں۔ بے شک وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ عن قریب بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیئے جائیں گے۔

اور ایک مقام پر دین کو جھٹلانے والوں کی علامات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ یُكَذِّبُ بِالدِّیۡنِ○ فَذٰلِكَ الَّذِیۡ یَدُعُّ الۡیَتِیۡمَ○ (۳۳)

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ نے اسے بھی دیکھا جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے۔ یہ وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے

نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو یتیموں سے جو دلی اور قلبی انسیت تھی، اس کا ایک سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ کے والدین کا سایہ بھی مشیت ایزدی سے بچپن میں ہی اٹھ گیا تھا۔ اس لئے آپ ان کے دکھ اور قلبی کیفیات کو دوسروں کی بہ نسبت زیادہ بہتر طریقے سے محسوس کر سکتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے احسانات یاد دلاتے ہوئے آپ ﷺ کو فرمایا:

اَلَمۡ یَجِدۡكَ یَتِیۡمًا فَاٰوٰی○ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی○ وَ وَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغۡنٰی○ فَاَمَّا الۡیَتِیۡمَ فَلَا تَقۡهَرۡ○ (۳۴)

کیا اس نے آپ کو یتیم پا کر ٹھکانا نہیں دیا اور آپ کو بے خبر پا کر منزل پر (نہیں) پہنچایا اور آپ کو تنگ دست پا کر غنی (نہیں) بنایا تو آپ بھی یتیم پر سختی نہ کیجئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یتیم کے حق کو اپنی امت کے لئے واجب الاحترام اور حرمت والا قرار دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم احرج حق الضعيفين اليتيم و المرأة (۳۵)

اے اللہ! میں دو کم زوروں کے حق کو واجب الاحترام قرار دیتا ہوں۔ ایک یتیم بچے اور دوسرے عورت کے حق کو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار گھرانوں کی تقسیم بھی یتیم کی کفالت کے اعتبار سے فرمائی، اور یتیم

۳۲۔ نساء: ۱۰ ۳۳۔ الماعون: ۱، ۲ ۳۴۔ الضحیٰ: ۶، ۹

۳۵۔ ابن ماجہ، ابو عبداللہ بن یزید/ السنن/ بیروت، دارالمعرفہ، ۱۹۹۸ء: ج ۳ ص ۵۲۱، رقم ۳۶۷۸

کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے گھرانے کو بہترین قرار دیا۔

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیر بیت فی المسلمین بیت فیہ یتیم یحسن الیہ و شر بیت فی المسلمین بیت فیہ یتیم یسأ الیہ (۳۶)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کے گھروں میں وہ گھر سب سے بہتر ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو اور مسلمانوں کے گھروں میں سب سے بدتر وہ گھر ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یتیم کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے اور اس کی پرورش کا فریضہ انجام دینے والے خوش نصیبوں کو آخرت میں اپنے تقرب کی خوش خبری بھی دی۔

عن سھل بن سعد قال قال رسول اللہ صلی اللہ وسلم انا و کافل الیتیم فی الجنۃ کھاتین (۳۷)

حضرت سہیل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو ملا کر (قرب) کو بتایا۔

اسی طرح دوسری روایت میں یتیم کی کفالت کرنے والے شخص کو جنت کی بشارت عطا فرمائی۔

عن ابن عباس ان النبی ﷺ قال من قبض یتیما بین المسلمین الی طعامہ وشرابہ ادخلہ اللہ الجنۃ البتۃ الا ان یعمل ذنبا لا یغفر لہ (۳۸)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مسلمانوں میں سے کسی یتیم بچے کو لیا اور اپنے کھانے پینے میں شریک کرلیا تو اللہ تعالٰی اس کو ضرور جنت میں داخل کرے گا سوائے اس کے کہ اس نے کوئی ناقابل معافی جرم کیا ہو

یہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ احکامات تھے جو کتب احادیث اور کتب سیرت کے ذریعے ہم تک پہنچے ہیں۔ آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ بھی اس کی حرف بہ حرف تائید کرتا ہے، اور اوراق سیرت پر ثبت آپ کا عمل مبارک بھی ہمیں یہی تعلیم دیتا ہے، چنانچہ ایک مرتبہ کا واقعہ بشیر بن عقبہ جہنی بیان کرتے ہیں۔

۳۶۔ ابن ماجہ: ج ۳، ص ۵۲۱، رقم ۳۶۷۹ ۳۷۔ بخاری: ج ۴، ص ۳۷۔ ترمذی: ج ۳، ص ۳۶۸، رقم ۱۹۲۵۔ ابن حبان: ج ۲، ص ۱۸۰ ۳۸۔ ترمذی: ج ۳، ص ۳۶۸، رقم ۱۹۲۴

لقيت رسول الله ﷺ يوم احد فقلت، مافعل ابى؟ فقال، استشهد، فبكيت فاخذني فمسح راسي و حملني معه و قال اما ترضى ان اكون انا ابوك و تكون عائشة امك (۳۹)

میں غزوۂ احد کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا اور میں نے پوچھا کہ میرے والد کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ آپ نے فرمایا کہ وہ شہید ہوگئے، یہ سن کر میں رونے لگا تو آپ ﷺ نے مجھے پکڑلیا اور میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور مجھے اپنی آغوش میں لے لیا اور فرمایا کہ کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ میں تمہارا باپ ہوں اور عائشہؓ تمہاری ماں؟

اسی طرح حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

بينا نحن قعود عند رسول الله ﷺ اتاه غلام فقال بابى انت و امى يا رسول الله، غلام يتيم و اخت له يتيمة و ام له ارملة اطعمنا اطعمك الله مما عندك حتى نرضى، فقال رسول الله ﷺ، ما احسن ماقلت يا غلام انطلق الى اهلنا فأتنا بما وجدت عندهم من طعام فاتى بلال بواحدة وعشرين تمرة فوضعها فى كف رسول الله ﷺ فاشار رسول الله ﷺ بكفيه الى فيه، ونحن نرى انه يدعو الله بالبركة، ثم قال يا غلام سبعا لك وسبعا لامك، وسبعا لاختك فتعشى بتمرة وتغدى باخرى فلما انصرف الغلام من عند رسول الله ﷺ قام اليه معاذ بن جبل، فوضع يده على رأسه ثم قال جبر الله يتمك وجعلك خلفا من ابيك، فقال رسول الله ﷺ قد رأيت ماصنعت بالغلام يا معاذ قال يا رسول الله رحمة للغلام، فقال رسول الله ﷺ عند ذلك والذى نفس محمد بيده لايلى احد من المسلمين يتيما الا جعل الله تبارك و تعالىٰ له بكل شعرة درجة، واعطاه بكل شعرة حسنة، و كفر عنده بكل شعرة سيئة (۴۰)

ایک مرتبہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک لڑکا آپ کی

۳۹۔ ہیثمی، نورالدین علی بن ابوبکر (م ۸۰۷ھ) / مجمع الزوائد / بیروت، دارالفکر، ۱۹۹۴ء: ج ۸، ص ۹۱۶۱

۴۰۔ مجمع الزائد: ج ۸، ص ۱۶۱۔ البزار، ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق (م ۲۹۲ھ) / مسند بزار / مدینہ منورہ، مکتبۃ العلوم والحکم، ۱۴۰۹ھ: ج ۸، ص ۳۰۱، رقم ۳۳۷۵

خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا۔ یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ میں ایک یتیم لڑکا ہوں میری ایک بہن اور بیوہ ماں ہے۔ اپنے ہاں سے ہمیں کھانا عنایت فرمایئے اس کھانے کے بدلے میں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو کھانا کھلائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے سے فرمایا کہ تم نے بہت عمدہ گفتگو کی ہے، ہمارے گھر جاؤ وہاں سے کھانے کے لئے جو کچھ ملے میرے پاس لے آؤ، پھر بلال (کاشانہ نبوت) سے ۲۱ کھجوریں لے کر آئے اور آپ کی ہتھیلی پر رکھ دیں۔ حضور ﷺ نے ان کھجوروں پر پھونک ماری اور ہم نے دیکھا کہ آپ نے اللہ سے ان میں برکت کی دعا کی۔ پھر فرمایا بیٹا! یہ سات کھجوریں تیرے لئے سات تیری ماں کے لئے اور سات تیری بہن کے لئے ہیں۔ صبح شام ایک ایک کھالیا کرو۔ یہ لڑکا بارگاہ نبوی سے اٹھ کر باہر آیا تو حضرت معاذ بن جبلؓ اس کی طرف اٹھے اور اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے حالات بہتر بنائے اور تمہیں اپنے باپ کا خلیفہ بنائے۔ حضور ﷺ بھی یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ معاذؓ واپس آئے تو حضور ﷺ نے پوچھا تم نے ایسا کیوں کیا معاذؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ بچے پر رحمت کے جذبے سے۔ اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے۔ جو مسلمان کسی یتیم بچے کے ساتھ پیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ یتیم کے ہر بال کے بدلے اس کا درجہ بلند کرتا ہے ہر بال کے بدلے میں اسے ایک نیکی عطا فرماتا اور ہر بال کے عوض اس کی ایک خطا معاف فرماتا ہے۔

نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت اور شفقت کے چند مظاہر پیش کئے گئے، ان کی روشنی میں ہمیں اپنے طرزِ عمل کا جائزہ لینا چاہئے کہ زیردست طبقات کے ساتھ ہمارا رویہ کس نوعیت کا ہے؟ اگر مالی یا سماجی اعتبار سے کم زور اور زیردست طبقات کے ساتھ ہمارا رویہ تعلیمات نبوی ﷺ اور اسوۂ حسنہ سے مطابقت نہیں رکھتا تو ہمیں یہ جان لینا چاہئے کہ ہمارے ایمان میں بھی کمی ہے اور ہمارے اعمال بھی نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک امتی کے شایانِ شان نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے علم وعمل کی اصلاح فرمائے اور صراط مستقیم پر گام زن فرمائے۔ آمین